ماہنامہ

جہانِ رضا

لاہور

مئی 2019ء رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ

بیاد

مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ

★ معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور عقل آخر درست کیا ہے؟

★ ساس بہو کے خوشگوار تعلقات

★ سانحہ نیوزی لینڈ ایک فرد کی جسارت

★ ایک مٹھی داڑھی دلائل کی روشنی میں

★ اجمیر مقدس میں جمیعۃ علما ہند کے دو چہرے

★ آپ کے مسائل اور اُن کا حل

شمارہ نمبر ۲۴۸۔ مئی ۲۰۱۹ء۔ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ۔ جلد ۲۹

بانی مجلس رضا حکیم اہلسنّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

بانی ماہنامہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

محمد منیر رضا قادری رضوی عفی عنہ

فہرست

خط وکتابت ترسیل زر اور ملنے کا پتا

مسلم کتابوی داتا دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور
0321-4477511
042-37225605

Email:muslimkitabevi@gmail.com

سانحہ نیوزی لینڈ ایک فرد کی جسارت یا تہذیب مغرب کا اظہار و تحکم

اداریہ

وہ قومیں جو تاریخ کے کسی موڑ پر استعمار کی غلام رہی ہوتی ہیں ان کے زاویہ نظر اور غلامانہ نفسیات میں یہ بات شامل ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے عروج کو زوال اور زوال کو عروج سے تعبیر کرنے لگتی ہیں۔ فکر و نظر کی اسی تنزلی کی مثال سانحہ نیوزی لینڈ کے بارے میں مسلم حلقوں میں پایا جانے والا تاثر ہے۔ چنانچہ ہمارے مذہبی حلقوں میں شہداء نیوزی لینڈ کی بابت اظہارِ غم و تاسف سے زیادہ خوشی کا اظہار اس امر پر ہو رہا ہے کہ ریاست نیوزی لینڈ نے ہم سے خیر سگالی کے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ تاثر افرنگ کے مارے ان مسلمانوں کا احساس کمتری پر مبنی یہ زاویہ فکر تشکیل پایا ہے کہ چلو کچھ بھی ہوا بالآخر بابو انگریز نے ہمیں گلے تو لگایا، ایک دن اذان تو دینے دی، پارلیمنٹ میں تلاوت تو کروا دی، کچھ اموال و فلوس سے تو نواز دیا۔ یہاں تک کہ اب مغربی نیم برہنہ عورتیں کو مسجد میں آنے کی اجازت دے کر، تاثر افرنگ کا مارا یہ مغربی طبقہ ان کے نیم برہنہ اجسام کی ویڈیوز سوشل میڈیا پر نشر کر رہا ہے اور اس سب کو غلبہ اسلامی کے مظاہر سے تعبیر کیا جا رہا ہے! یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے ابھی کچھ عرصہ قبل بُش و اوباما مسلمانوں کو رمضان المبارک میں وائٹ ہاؤس میں افطار ڈنر پارٹی کرا رہے ہوتے تھے اور اسی وقت ان ہی کے حکم سے افغانستان کے مسلمانوں پر کارپٹ بمبنگ کے ذریعہ آگ برسائی جا رہی ہوتی تھی اور

مسلمانوں کا یہ ہی ماڈرن طبقہ فلکر وائٹ ہاؤس میں افطار کر لینے کو غلبہ اسلام پر محمول کر رہا ہوتا تھا! سو بار تف ہے اس مغربی تصور مذہب پر بقول اقبال کہ

مُلّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد!

ہمارے اصولی وفکری استفسارات (آنسو مگر مچھ کے ہیں یا آہ دل کے؟) یہ وہ وقت تھا کہ جب مغرب سے ہماری تہذیبی کشمکش پوری قوت کے ساتھ آشکار ہوگئی تھی۔ ایسے میں ہمارے مذہبی طبقوں کو چاہیے تھا کہ احساس کمتری میں مبتلا ہوئے بغیر واضح الفاظ میں اپنے تہذیبی بیانیہ کو واشگاف الفاظ میں بیان کرتے، لیکن ہوا وہ ہی کے جس کا خوف تھا کہ یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محراب مسجد پر ''یہ ناداں گر گئے سجدوں میں جب وقتِ قیام آیا'' یہ وقت درحقیقت وقتِ قیام تھا! اس وقت اِن یورپی طواغیت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان کے ضمیر پر دستک دی جاتی اور ان سے چند اصولی نوعیت کے سوال کئے جاتے، مثلاً یہ سانحہ فرد کا فعل ہے یا تہذیب مغرب کے اجتماعی فلسفہ ونظریہ کا اظہار ہے، جسے ہارورڈ یونیورسٹی کا پروفیسر سیموئیل ہنٹنگڈن اپنی کتاب Clash of Civilizations میں بہت پہلے بیان کر چکا ہے، بلخصوص جبکہ آلہ قتل پر خود قاتل نے سلطنت عثمانیہ اور اس کے بعد کے تاریخی واقعات تک نقش کئے ہوئے ہوں؟! اس لعین قاتل نے اس کارروائی سے پہلے The Great Replacement کے نام سے ۷۴ صفحات پر اپنے فعل کا پورا نظریاتی و تہذیبی بیانیہ تحریر کیا ہے۔ اس کے بیانیہ کا مطالعہ یہ بتاتا ہے کہ وہ مشہور مغربی سیاسی مفکر جان رالس (John Rawls) کا پیروکار ہے جس نے کہا تھا کہ جو لوگ مغرب کے تصور آزادی کے قائل نہیں ہیں انھیں اس زمین کی صفحہ ہستی سے ایسے مٹا دیا جائے جیسے جراثیم کو مٹایا جاتا ہے۔ ایسے میں سوال یہ نمود پاتا ہے

کہ اس قاتل کا یہ فعل، فعل محض ہے یا فکری جرم (Ideological crime) ہے وہ فکر جو آج یورپ کے جامعات میں پڑھائی جاتی ہے؟! پھر یہ ہی قاتل مغربی فلاسفہ کے امام کانٹ (Immanuel Kant) کے نظریہ سفید فارم پرستی کا بھی داعی ہے۔ مغرب میں سفید فارم پرستی ایک سائنسی حقیقتِ واقعہ کے طور پر بھی تسلیم کی گئی ہے، جبھی مغربی مفکرین بھی یہ امر تسلیم کرتے ہیں کہ نظریہ ڈارون ایک سائنسی تھیوری ہونے سے زیادہ سیاسی فلسفہ تھا اور سائنس کی آڑ میں یہ تاثر فکر و نظر کی دنیا میں قائم کرنے کی جسارت تھی کہ کالے یا گندمی رنگ کا انسان غیر مہذب و غیر ترقی یافتہ ہے یہاں تک کہ وہ سفید ہو جائے۔ لہذا ہم (انگریز) ہند پر قبضہ کرنے نہیں جارہے بلکہ غیر مہذب اقوام کو تہذیب و ترقی کے مدارج طے کرانے جارہے ہیں۔

ایسے میں شدت سے یہ سوال جنم لیتا ہے کہ سائنس و فلسفہ کے نام پر اہل یورپ نے جو فساد فی الارض کا سامان مہیا کیا ہے جس کی کڑی سانحہ نیوزی لینڈ ہے، تعلیم کے نام پر تخریب کاری کے یہ نظریات، فرد کے فعل تک محدود ہیں یا مغربی تصور علم کے غماض ہیں؟ قاتل بیٹرن ہیری سن نے بدھ کے دن ہی اپنے فیس بک پر اسلحہ کی نمائش کی تھی اور واقعہ سے پہلے ہی تحریری بیانیہ بھی گوگل پر پی ڈی ایف پر جاری کر دیا گیا تھا۔ تاہم اس لعین کو گرفتار نہیں کیا گیا، ایسے میں سزا کا مستحق صرف قاتل ہے یا مغربی اسٹیبلشمنٹ بھی اپنی مجرمانہ خاموشی (criminal negligence) کے سبب سزا کی مستحق ہے جو تا حال صرف مگرمچھ کے آنسو بہانے میں مصروف ہے؟!

ان ظالم مغربی قوتوں سے یہ بھی سوال بنتا ہے کہ تم ہمارے ممالک سے سونا چاندی چوری کر کے گئے یہاں تک کہ تمھاری حکومتوں نے ہماری معیشت کو کھوکلا کر کے پیپر کرنسی کو رواج دیا، غربت کے مارے ہمارے لوگ جب تمہاری دہلیز پر پہنچے تو تمہارے سرمایہ دارانہ

نظام نے انھیں ذلیل کیا۔ انھیں پاکی پاکی (Paki Paki) کہہ کر پکارا، ان سے ان کا خاندانی نظام چھین لیا گیا، ان پر مغربی اقدار کو مسلط کیا گیا، یہاں تک کہ ان سے یہ حق بھی چھین لیا گیا کہ وہ حاکمیت خداوندی کا ورلڈ ویو (World View) رکھیں۔ یوں تم نے اپنی حاکمیت کی وفاداری Oath of Sovereignty کے حلف تک ان سے لئے حالانکہ نص قرآنی کی رو سے اور دیگر نصوص قرآنیہ کی رو سے بھی یہ توحید حاکمیت سے انحراف تھا۔

(أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا۔)

(النساء:60)

جبھی امام یوسف الدجوی المالکی اور امام حرم علامہ سبیل الحنبلی نے ان یورپی حلف ناموں کو ''ایمان بطاغوت''، امام حسن البناء نے ''اکبرالکبائر'' اور محدث و محقق شام امام بوطی نے ''عقیدہ موالات'' سے انحراف قرار دیا! چنانچہ تم نے ان سے ان کا عقیدہ، تہذیب، معاش چھیننے کے بعد بھی اور ان سے ان کا ورلڈ ویو کا حق سیکولر حلف ناموں کے اقرار کے نتیجہ میں چھیننے کے بعد بھی تمھاری تہذیب نے انھیں تھرڈ ورلڈ سیٹیزن (third world citizen) ہی کا خطاب دیا اور اس سب کے بعد بھی جب وہ اپنے رب کے حضور جھکے تو تمھارے ہی تہذیب شناساء فرد نے تمھارے ہی تصور قومیت کو نظریاتی اساس بناتے ہوئے انھیں Immigrant invaders قرار دے کر شہید کر دیا، یا اسفا! آج یورپی مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اسی شناخت تہذیب (Identity Crisis) کے مفقود ہو جانے کے سبب ڈپریشن کی مریض بن چکی ہے۔ پس

ایسے میں ہمیں تمہاری کسی عزت افزائی و ہمدردی کی حاجت نہیں، ہمیں تم بس یہ بتاؤ کہ ہمارے مما لک سے ہمارا لوٹا ہوا مال اور ہمارا حق یورپی اقوام کب واپس کر رہی ہیں تا کہ ہم تمہاری نظریاتی، قانونی، تہذیبی اور معاشی غلامی سے نکل کر اپنے اقبالی تصور خودی کے تحت عزت کی زندگی جی سکیں؟! اس وقت پورا مغرب الکفر ملۃ واحدۃ کے مصداق سرمایہ دارانہ نظام و مغربی ریاستی قوم پرستی پر مجتمع ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ امریکہ میں اس شخص کو انتخابات لڑنے کی اجازت ملتی ہے جو Manifest Destiny کا حلف اٹھائے۔ اس حلف کی رو سے امریکہ کا امریکہ کی سرحدوں سے نکل کر دیگر اوطان پر قبضہ کرنا، ایک متعین و معلوم نظریاتی ہدف ہے۔ نیز یہ معلوم ہے کہ حالیہ صلیبی جنگ میں نیوزی لینڈ امریکہ کا مضبوط اتحادی تھا۔ ایسے میں سانحہ نیوزی لینڈ پر وہاں کے لادین حکمران اگر واقعی امت مسلمہ کے عشق میں مبتلاء

ہو گئے ہیں اور ادھر طالبان مذاکرات کے بعد امریکہ کا موقف بھی بدل گیا ہے۔ تو کیا نیوزی لینڈ کی حکومت عالم اسلام کے سامنے اس امریکہ کی سرپرستی میں امت محمدیہ کے قتل عام پر معافی مانگے گی یا صرف سانحہ نیوزی لینڈ ہی پر مگرمچھ کے آنسو بھائے گی؟! آخری سوال اور سب سے اہم سوال یہ ہے کہ تم ہمارے قاتل کو کب قتل کی سزا سنا رہے ہو؟! یہ دلیل نہیں چلنے والی کہ یورپ میں موت کی سزا نہیں۔ ایمل کانسی (Aimal Kansi) کو کس قانون کی رو سے موت کا انجیکشن لگایا گیا تھا؟ گوانتاناموبے (Guantanamo Bay) کے پاک بازوں کو کس قانون کی رو سے موت کے گھاٹ اتارا گیا؟ غازی اسلام غازی ممتاز قادری کو سزائے موت دینے کے لئے ساری یورپی طاقتیں کیوں ڈٹی رہیں؟ شیخ اسامہ کو یورپ سے امریکی جہاز پاکستان آکر کس قانون کی رو سے قتل کرتا ہے؟ ہزاروں ریڈ انڈین کا قتل ناحق کر کے کس قانون کی رو

سے اس پر ریاست امریکہ کی بنیاد رکھی جاتی ہے؟ غرض یہ کہ اس بابت بہت سے دلائل دیئے جاسکتے ہیں۔

مرکزی خیال و خامہپس جب تک اقوام افرنگ ہمارے ان بنیادی یعنی اصولی، قانونی اور تہذیبی سوالات کا جواب نہیں دیتی اس وقت تک ان کی خیر سگالی یا ہمدردی کا تاثر مگرمچھ کے آنسو سے زیادہ ''تاثر'' کا حامل نہیں اور اصطلاحی زبان میں social condolence in political context کی ''حیثیت'' سے زیادہ حامل نہ ہوگا۔ یہ ناٹک امریکہ بھی روز کرتا ہے فلسطینیوں کی شہادت پر، یعنی وہ مظلوم فلسطینیوں پر تو بعض اوقات اظہار تاسف کر دیتا ہے لیکن وہ صیہونی نظریہ (Zionism) جو اس قتل وظلم کی اساس ہے اس کی مذمت نہیں کرتا! یہ ہی مطالبہ ہمارا ان ارباب نیوزی لینڈ سے ہے کہ وہ قتل عام و فساد فی الارض کے اس مغربی نظریہ تہذیب کی بھی مذمت بلکہ اس سے اعلان برات کریں!

وہ نظریہ جو پر امن نمازیوں کی خون کی ہولی کھیلنے سے بھی نہیں چوکتا! بہرکیف جواب تو ان سرمائے کے غلاموں نے کیا ہی دینا ہے، اہل نظر تو جانتے ہی ہیں تہذیب مغرب کا مبادیاتی سانچہ ہی سراپا فساد ہے گویا کہ ''مری تعمیر میں مُضمر ہے اک صورت خرابی کی۔''

یورپ کے دعوتی حلقوں سے مخلصانہ گزارش سانحہ نیوزی لینڈ کے اس تہذیبی تصادم کے موقع پر لوگوں کی ایک اچھی تعداد نے اسلام قبول کیا ہے۔ اس سے پہلے افغانستان کے خلاف امریکہ کا اعلانِ جنگ ہو یا حجاب پر پابندی کا فیصلہ، تہذیبی تصادم کے یہ وہ لینڈ مارکس ہیں جن کے تناظر میں اسلام بہت تیزی سے پھیلا ہے۔ تہذیبی تصادم کا یہ زاویہ یورپ کے ماڈرن دعوتی طبقوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ لمحہ فکریہ یہ ہے کہ دعوت اسلام کی تاثیر سے آپ لوگوں کی دعوت کیوں خالی ہے؟ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ کی دعوت تہذیبی اسلام کی دعوت نہیں بلکہ تہذیب

کو مشرقی ملائیت قرار دینے کے سبب اور اسلام کو مغربی تہذیب کے پس منظر میں بیان کرنے کے نتیجہ میں آپ کی دعوت ''مغربی اسلام'' کی دعوت قرار پائی ہے! جبھی ڈاکٹر یاسر قاضی ہوں یا ڈاکٹر طارق رمضان یا پروفیسر حمزہ یوسف یا دیگر مغربی داعی یہ سب حضرات اسلام کو مغربی تہذیب سے برآمد ہونے والے نظریات کے تحت بیان کرتے ہیں۔ مثلاً، نظریہ تکثیر حق (Pluralistic Approach)، نظریہ تقارب ادیان (Interfaith dialogue)، نظریہ بقائے باہمی (Coexistence) وغیرہ وغیرہ۔ مغربی تہذیب سے برآمد ہونے والے یہ تمام تصورات، مذہب کو مغرب کے مخصوص لبرل تصور مذہب کے تناظر میں بیان و متعین کرتے ہیں۔ مغرب کی سرمایہ دارانہ تہذیب مذہب کو عنوان حق و باطل کے تحت نہیں برتتی بلکہ فرد کی پسند و ناپسند کی پروڈکٹ کے طور پر تسلیم کرتی ہے۔ یوں مذہب سرمایہ دارانہ نظام کا مخالف نہیں آلہ کار قرار پاتا ہے کیونکہ اس نظام کے تحت فرد کی مذہب سے وابستگی آلاتی (Instrumental) اور سرمایہ دارانہ نظام سے وابستگی نظریاتی (Ideological) ہو جاتی ہے، فتدبر!! چنانچہ اسی مغربی تصور اسلام کو خود یورپی یونین کمیشن کی رپورٹ Eurislam سے تعبیر کرتی ہے، اسی کو جدید مغربی مفکرین Protestant Islam یا American Islam سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ پس ایسے میں مادہ پرستی سے تنگ مغربی اقوام کے لئے اس مغربی اسلام میں جاذبیت نہیں رہی یہاں تک کہ تہذیبی تصادم کے نتیجہ میں وہ اصل روحانی تہذیبی اسلام کی مہک ان تک پہنچتی ہے تو وہ لپک کر صدائے فطرت پر لبیک کہتے ہیں۔ اس لئے دعوت اسلام کے اس ماڈرن طبقہ فکر کو ہمارا یہ ہی مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ مغربی تہذیب کے تناظر میں مغربی اسلام پیش کرنے کے بجائے تہذیبی اسلام، تہذیب اسلامی کی اساس پر پیش کریں! یہ

مغربی تحریف سے پاک حقیقی اسلام ہے! آپ اعلان کر دیں کہ ہمارا افکار مغرب سے اختلاف اصولی، اعتقادی اور تہذیبی ہے! آپ لوگ دجالی تہذیب کی دجالی جنت کو آگ آنگارہ ہی قرار دیں نہ کے یورپ کو دارالامان قرار دے کر اس کو مثالی تصور کریں۔ یورپ کس قدر بڑا دارالامان ہے اس دعویٰ کا پانی بھی اس زیر بحث واقعہ نے مار دیا ہے۔ دعوت تہذیب اسلامی کا یہ ہی منہج ملت ابراھیم کا ہے، جس میں صرف کفار کے کفر ہی سے نہیں بلکہ خود اس کافرانہ تہذیب کے حاملین یعنی ملت کفر سے بھی براءت کی جاتی ہے۔ قرآن مجید اس تہذیبی اسلوب دعوت کو باقاعدہ بیان کرتا ہے:

(قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَآءُ مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّىٰ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ)

”بے شک تمہارے لیے اچھی پیروی تھی ابراہیم اور اس کے اصحاب میں جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا بے شک ہم بیزار ہیں تم سے اور ان سے جنہیں اللہ کے سوا پوجتے ہو ہم تمہارے منکر ہوئے اور ہم میں اور تم میں دشمنی اور عداوت ظاہر ہو گئی ہمیشہ کے لیے جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ!“

(سورۃ الممتحنۃ: 4)

اس آیت مبارکہ میں یہ نکتہ بھی محل تدبر ہے کہ کفار کے کفر سے پہلے اس آیت میں خود حاملین تہذیب کفر یعنی ملت کفر سے اعلان برات کا تذکرہ ہوا اور پھر کس ٹھیٹھ ایمانی اسلوب میں عقائد کفریہ و ملت کفر (تہذیب کفر) دونوں ہی سے اعلان بغض و عداوت کیا گیا ہے، سبحان اللہ!

خلاصہ کلام سانحہ نیوزی لینڈ کا یہ واقعہ حادثہ محض نہیں جیسا کہ عالمی لبرل میڈیا تاثر دے رہا ہے بلکہ عرصہ دراز سے جاری تہذیبی

تصادم کا یہ مظہر اتم ہے۔ اس حقیقت کی تصریح خود یہ قاتل اپنی کتاب میں کرتا ہے، ملاحظہ ہو:

Why did you target those people They were an obvious, visible and large group of invaders from a culture with higher fertility rates, higher social trust and strong, robust traditions

''تم نے ان لوگوں کو نشانہ کیوں بنایا؟ یہ تو واضح سی نظر آنے والی بات ہے کہ ہمارے مما لک میں حملہ آوروں کا ایک ایسا بڑا ہجوم داخل ہوتا ہے، جس کا تعلق ایسی تہذیب سے ہے جس کی شرح پیدائش بہت بلند ہے، اعلی سماجی اعتماد ان کو حاصل ہے اور وہ قوی تہذیب وروایات کے حامل ہیں!''

(The Great Replacement, Pg.10)

پس ایسے میں امت مسلمہ کے ہر ہر فرد پر لازم ہے کہ وہ تہذیبی تصادم کے اس معرکہ حق و باطل میں اپنا اپنا محاذ سنبھالے! تہذیب افرنگ جو ہمارے معاشروں پر مسلط کی گئی ہے اس کا ہر سمت سے مقابلہ کیا جائے، تہذیب اسلامی کی عصبیت کو پوری شدت کے ساتھ عام کیا جائے، تہذیب افرنگ کو پوری قوت کے ساتھ رد کیا جائے۔ مغربی تہذیب کی سیاسی علامات، لباسی علامات، معاشی علامات، سرمایہ دارانہ علامات، قانونی علامات، قومی علامات پر تہذیب اسلامی کے نشتر چلائے جائیں اور اس سب سے بڑھ کر ان مجاہدین اسلام سے تعاون کیا جائے جو آج عالمی استعمار سے میدان قتال میں نبرد آزما ہیں! آج سانحہ نیوزی لینڈ سے ہمارے قلوب غمزدہ ہیں، لیکن اس کا تدارک کسی گورے چمڑی والے کی مسکراہٹ سے نہیں ہونے والا بلکہ کفار سے تہذیبی تصادم ہی اس کی واحد راہ نجات ہے! قرآن مجید فرقان حمید نے ملت اسلامیہ و ملت کفر کے اس تہذیبی تصادم کے پس منظر کو بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ اس میں امت آزمائی جائے گی، قربانیاں دی جائیں گی، استقامت اختیار کرنے

پڑے گی اور پھر یہ غمزدہ قلوب اسی معرکہ حق و باطل کے ذریعہ راحت پائیں گے! ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ ۔ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۗ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۔ أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِن دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ)

''تم ان سے لڑو اللہ انہیں عذاب دے گا تمہارے ہاتھوں اور انہیں رسوا کرے گا اور تمہیں ان پر مدد دے گا اور ایمان والوں کے قلوب ٹھنڈا کرے گا اور ان کے دلوں کی گھٹن (جلن وغصہ) دور فرمائے گا اور اللہ جس کی چاہے توبہ قبول فرمائے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔ کیا اس گمان میں ہو کہ یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے پہچان نہ کرائی ان کی جو تم میں سے جہاد کریں گے اور اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا محرم راز نہ بنائیں گے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔''

(سورۃ التوبۃ: 14 تا 16)

پس خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعا ہے کہ وہ اس معرکہ حق و باطل میں ہمیں استقامت عطا فرمائے اور ہمیں اس طائفہ حقہ میں شامل کرے جو تہذیبوں کے اس تصادم میں اہل زمانہ سے مفاہمت اختیار نہیں کرے گا، یہاں تک کہ لشکر امام مھدی سے جا ملے اور یوں حق کا اس جہاں میں پھر سے بول بالا ہو

عجب اک شان سے دربارِ حق میں سرخرو ٹھہرے
جو دنیا کے کٹہروں میں عدو کے روبرو ٹھہرے
بھرے گلشن میں جن پہ انگلیاں اٹھیں وہی غنچے
فرشتوں کی کتابوں میں چمن کی ابرو ٹھہرے
اڑا کر لے گئی جنت کی خوشبو جن کو گلشن سے
انہی پھولوں کا مسکن کیوں نہ دل کی آرزو ٹھہرے

......☆......☆......☆......

معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور عقل

آخر درست کیا ہے؟

مفتی ابو صالح محمد قاسم عطاری

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جن معجزات سے مشرف فرمایا اُن میں سفر معراج نہایت عظیم الشان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے جسمانی وجود کے ساتھ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر کیا، پھر وہاں سے آسمانوں اور اس سے بالا جنت وعرش کو سیر کی اور خداوندِ قدوس کی بے شمار نشانیوں اور عجائبات کا مشاہدہ فرمایا اور یہ ساری سیر اور مشاہدات رات کے بہت مختصر حصے میں کئے، حالانکہ سفر کی تفصیلات کے پیش نظر عام عقل کے مطابق جسم انسانی کے ساتھ یہ چیزیں ممکن نہیں اور ممکن مانیں بھی تو اِس سیر کی تکمیل کے لیے لاکھوں سال چاہئیں۔

لیکن یہ دونوں باتیں یعنی جسم انسانی کے ساتھ ایسی سیر اور چند لمحات میں لاکھوں برس کی مسافت طے کرنا، صرف سطحی نظر و ظاہری عقل کے اعتبار سے ناممکن محسوس ہوتے ہیں، ورنہ نظر ایمانی کی بینائی سے دیکھیں اور عقل انسانی کی گہرائی سے غور کریں تو اس میں اِنکار کی کوئی وجہ نہیں۔ نگاہِ ایمانی کے لیے آیت معراج کے شروع کے چند الفاظ (سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو سیر کرائی (پ ۱۵، بنی اسرائیل: ۱) ہی کافی ہیں کہ یہ سیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود نہیں کی بلکہ اُس ہستی نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ سیر کروائی جو ہر عیب، کمی، کوتاہی، نقص اور کمزوری سے پاک ہے، جس نے

چھ دنوں میں آسان و زمین بنائے (اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ (پ۸، الاعراف: ۵۴)۔ جو کسی شے کو وجود بخشنا چاہے تو صرف اتنا فرماتا ہے ''ہو جا'' تو وہ چیز ہو جاتی ہے (إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (پ ۲۳، یٰسٓ: ۸۲) جس کا حکم پلک جھپکنے کی مقدار میں نافذ ہو جاتا (وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ (پ۲۷، القمر: ۵۰) سورج چاند جس کے حکم کے پابند ہیں، (مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِہٖ (پ۱۴، النحل: ۱۲) جس نے آسمان کو نظر آنے والے ستونوں کے بغیر بلند کر دیا (رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (پ۱۳، الرعد: ۲) جس نے اربوں کہکشاؤں اور کھربوں ستاروں کے جہان آباد کر دیئے اور ان سے آسمان کی وسعتیں سجا دیں (وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ (پ۲۹، الملک: ۵) مومن کی نگاہ تو معجزۂ معراج کو اِس انداز میں دیکھتی ہے اور (یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ (پ۱، البقرہ: ۳) پر عمل کر کے ہدایت و فلاح سے سرفراز ہوتی ہے۔

درحقیقت قدرتِ خداوندی ہی کی ایک صورت اس معجزے کی بنیاد ہے جسے اصطلاح میں "طی زمان" (وقت سمٹ جانا) اور "طی مکان" (فاصلے سمٹ جانا) کہا جاتا ہے اور یہ دونوں چیزیں نقل و عقل سے ثابت ہیں۔ "طی زمان" یہ ہے کہ سینکڑوں یا ہزاروں یا اس سے زائد سالوں کا زمانہ چند لمحات میں گزر جائے اور ''طی مکان'' یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں برس کی مسافت چند لمحوں میں طے ہو جائے۔ زمان و مکان کی وسعتیں محدود وقت و مسافت میں سما جانے سے متعلق معجزات و کرامات قطعی آیات و روایات سے ثابت ہیں۔ دونوں کی ایک ایک مثال پیشِ خدمت ہے:

"طی زمان" کی دلیل یہ ہے کہ قرآن پاک میں سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۹ میں ایک

وقاعہ بیان ہوا جس کا آیات وتفاسیر کی روشنی میں خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام ایک گدھے پر سوار، اپنے ساتھ کچھ پھل پانی رکھے ایک بستی کے پاس سے گزرے جو چھتوں کے بل گری پڑی تھی۔ یہ دیکھ کر آپ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ ان لوگوں کو ان کی موت کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو سو سال موت کی حالت میں رکھا، پھر انہیں زندہ کیا، ان کے پھل پانی سب سلامت تھے، جبکہ گدھے کی ہڈیاں تک سلامت نہ تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام سے پوچھا کہ تم یہاں کتنا عرصہ ٹھہرے ہو؟ انہوں نے عرض کی: میں ایک دن یا اس سے بھی کم وقت ٹھہرا ہوں گا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: نہیں، بلکہ تم یہاں ایک سو سال ٹھہرے ہو۔ اپنے کھانے اور پانی کو دیکھو کہ اب تک بدبودار نہیں ہوا اور اپنے گدھے کو دیکھو جس کی ہڈیاں تک سلامت نہ رہیں۔ یہ سب اس لئے کیا گیا ہے تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے ایک نشانی بنا دیں۔ اب ہماری قدرت کا نظارہ کرنے کے لیے یہ ہڈیاں دیکھو کہ ہم کیسے انہیں زندہ کرتے ہیں۔ چنانچہ چند لمحوں میں وہ گدھا دوبارہ صحیح سالم زندہ ہو گیا۔ اس واقعہ سے واضح ہوتا ہے کہ گدھے پر تو سو سال کا عرصہ گزر گیا جبکہ حضرت عزیر علیہ السلام اور پھل پانی پر ایک دن کے قریب کا وقت گزرا۔ یہی طی زمان کی صورت ہے کہ ایک طویل عرصہ کسی پر تھوڑی سی دیر میں گزر جائے۔

"طی مکان" یعنی فاصلوں کا سمٹ جانا، قرآن پاک کے ایک دوسرے واقعے سے ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں سورۃ النمل آیت ۳۸ تا ۴۰ میں مذکور کلام کا خلاصہ وتفسیر یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کے تخت کے متعلق سنا جو دوسرے ملک میں سینکڑوں میل کے فاصلے پر تھا۔ آپ علیہ السلام نے ملکہ کو اسلام کی دعوت دینے کے مقصد سے اپنے درباریوں سے فرمایا کہ

وہ تخت کون لائے گا؟ ایک طاقتور جن نے کہا کہ میں آپ کا دربار برخاست ہونے سے پہلے وہ تخت حاضر کردوں گا۔لیکن اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر، اسم اعظم کا علم رکھنے والے حضرت آصف بن برخیا علیہ الرحمۃ نے عرض کی کہ میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے وہ تخت حاضر کردوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور پلک جھپکنے میں وہ تخت سامنے موجود تھا۔اس طرح کی دیگر آیات و احادیث بھی موجود ہیں۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر، قدیر، مقتدر اور خالق ہے، وہ اپنی قدرت وشانِ تخلیق کا جیسے چاہے اظہار فرمائے، یہ اُس کی شان ہے۔

موجودہ سائنسی دور میں معجزہِ معراج کا سمجھنا اور ماننا مزید آسان ہو چکا ہے۔کیونکہ پہلے لوگ کائنات میں موجود قوانین خداوندی سے واقف نہیں تھے تو عقل میں نہ آنے والی چیزوں کا انکار کردیتے تھے۔ جیسے اگر کوئی شخص آج سے ہزار سال پہلے دعویٰ کرتا کہ لاکھوں ٹن وزنی لوہے کا بنا ہوا محل ہوا میں اُڑ سکتا ہے تو لوگ مذاق اڑاتے۔لیکن آج ہوائی جہاز کو سب تسلیم کرتے ہیں۔یونہی پانچ سو سال پہلے اگر کوئی شخص کہتا کہ ایک بٹن دبانے سے لاکھوں پنکھے، مشینیں اور چیزیں حرکت میں آسکتی اور کروڑوں بلب روشن ہوسکتے ہیں اور ایک بٹن دبانے سے سب کچھ بند ہوسکتا ہے، تو سننے والے انکار کردیتے۔ لیکن آج پاور ہاؤس کا ایک بٹن دبانے سے یہ سب حقیقی دنیا میں ہورہا ہے اور سب اسے مانتے ہیں۔جب انسانی علم وقدرت کا کرشمہ ایسا حیرت انگیز ہے تو قدرتِ خداوندی کا آپ خود ہی تصور کرلیں۔صرف سمجھانے کے لیے عرض ہے کہ اگر شب معراج میں معنوی بٹن آف کرکے سارا زمینی نظام روک کر معراج کرائی گئی ہو اور وہاں سے واپسی پر دوبارہ نظام متحرک کردیا ہو تو خدا کی قدرت سے کیا بعید ہے۔ اب تو سائنسدان برملا اعتراف کررہے ہیں کہ ہم اب تک کائنات

کے رازوں کا بہت معمولی سا حصہ دریافت کر سکے ہیں۔ چنانچہ ماضی قریب کا سب سے بڑا سائنس دان ''آئن اسٹائن'' کہہ گیا ہے: ''میں نے ریڈیو دوربین کے ذریعے ایک ایسا کہکشاں تو دیکھ لیا ہے، جو زمین سے دو کروڑ نوری سال دور ہے، یعنی روشنی جو فی سیکنڈ ایک کروڑ چھیاسی ہزار میل طے کرتی ہے، وہاں دو کروڑ سال میں پہنچے گی، مگر جہاں تک کائنات کی سرحدیں معلوم کرنے کا تعلق ہے، اگر میری عمر ایک ملین یعنی دس لاکھ برس بھی ہو جائے تب بھی دریافت نہیں کر سکتا۔ یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید کہ آ رہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

ہماری آنکھوں کے سامنے ناممکن اُمور، ممکنات میں بدل رہے ہیں: موبائل فون اور انٹرنیٹ کے ذریعے چند لمحوں میں ہماری آوازیں، پیغامات، ای میلز ہزاروں میل دور پہنچ جاتے ہیں۔ یونہی کسی جگہ ہونے والا واقعہ چند سیکنڈ میں تمام دنیا میں ٹی وی اور انٹرنیٹ کے ذریعے قابلِ مشاہدہ وہ جاتا ہے۔ کار سے جہاز کی رفتار تیز ہے اور خلائی شٹل کی اُس سے زیادہ تیز اور مریخ جانے والی گاڑی کی رفتار تمام سابقہ گاڑیوں سے تیز تر ہے۔ ہوا سے تیز رفتار، آواز ہے اور آواز سے تیز تر روشنی ہے۔ یونہی کائنات میں ستاروں کی گردش ناقابلِ یقین حد تک تیز ہے۔ الغرض ابھی تو کائناتی حقائق ظاہر ہونے کی ابتدا ہے۔

؎ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

ان سب حقائق کے ہوتے ہوئے غور کرلیں کہ ان تمام رفتاروں کا خالق، کائنات کا مالک اگر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چند لمحوں میں لاکھوں میل کی سیر اور کروڑوں مشاہدات کروا دیتا ہے تو اس میں کون سی بات ناممکن و خلافِ عقل ہے؟

......☆......☆......☆......

آپ کے مسائل اور ان کا حل

(۱) بزرگوں کی تصاویر گھروں میں لگانا کیسا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں عام رواج ہے کہ لوگ حضور غوث پاک اور دیگر بزرگانِ دین کی طرف منسوب بہت ساری تصاویر تعظیم کے طور پر گھروں میں رکھتے ہیں، ان تصاویر کا بہت اعزاز و اکرام کرتے ہیں، تو اس طرح تعظیم کے ساتھ بزرگوں کی تصاویر گھر میں رکھنا کیسا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللھم

ھدایۃ الحق و الصواب

بلاعذرِ شرعی تصویر بنانا یا بنوانا، ناجائز و حرام ہے، اسی طرح بطورِ تعظیم تصاویر گھر میں رکھنا بھی ناجائز وحرام ہے اور حضور غوث پاک یا دیگر بزرگانِ دین کی تصاویر تو اصلاً ثابت ہی نہیں، جن اولیاء کرام کی تصاویر ثابت بھی ہیں، ان کی تصاویر بھی گھروں میں رکھنا ناجائز وحرام بلکہ عام لوگوں کی تصاویر کی بنسبت ان کا رکھنا زیادہ سخت حرام و گناہ ہے کہ ایسی تصاویر سے ہی بت پرستی شروع ہوئی تھی۔

بخاری شریف میں اس آیت کریمہ "ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا" کی تفسیر کے تحت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: "أسماء رجال صالحين من قوم نوح فلما هلكوا أوحى الشيطان الى قومهم أن انصبوا الى مجالسهم التى كانوا يجلسون انصابا وسموها بأسماءهم

ففعلوا فلم تعبد حتى اذاهلك أولئك وتنسخ العلم عبدت" ترجمہ: (یہ وَدّ، سواع وغیرہ) قومِ نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نیک بندوں کے نام ہیں۔ جب وہ فوت ہوئے، تو شیطان نے ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ جہاں یہ نیک لوگ بیٹھتے تھے، ان جگہوں پر ان کے مجسمے بنا کر رکھ دو اور ان مجسموں کا نام، ان نیک بندوں کے ناموں پر ہی رکھ دو، تو انہوں نے ایسا ہی کیا، پھر (کچھ وقت تک) ان کی عبادت نہ ہوئی یہاں تک کہ جب یہ لوگ فوت ہوگئے اور علم کم ہوگیا، (اور ہر طرف جہالت کا دور دورہ ہوگیا) تو ان مجسموں کی عبادت ہونے لگ گئی۔

(الصحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب ودا ولا یغوث الخ، جلد ۲، ص ۷۳۲، مطبوعہ کراچی)

ایک اور مقام پر ہے: "عن عائشة قالت لما اشتكى النبى صلى الله عليه وسلم ذكرت بعض نسائه كنيسة رأينها بارض الحبشة يقال لها مارية وكانت ام سلمة و ام حبيبة رضى الله عنهما أتتا ارض الحبشة فذكرتا من حسنها وتصاوير فيها فرفع رأسه فقال أولئك اذامات منهم الرجل الصالح بنوا على قبره مسجدا ثم صوروافيه تلك الصورة أولئك شرار الخلق عند الله" ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، آپ فرماتی ہیں: نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بیمار ہوئے، تو بعض امہات المؤمنین نے ایک گرجے کا ذکر کیا، جسے ملک حبشہ میں دیکھا تھا، اس گرجے کا نام ماریہ تھا۔ سیدہ ام سلمہ اور سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ملک حبشہ تشریف لے کر گئی تھیں، تو انہوں نے اس گرجے کی خوبصورتی اور اس میں تصاویر کا ذکر کیا، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرِ انور اٹھایا اور ارشاد فرمایا: اُن لوگوں میں سے جب کوئی نیک شخص انتقال کر جاتا، تو وہ لوگ اس کی قبر پر ایک مسجد بنا دیتے، پھر اس میں ان کی تصویروں کو رکھ دیتے، تو یہ (تصویریں بنانے والے) اللہ عزوجل کے

نزدیک سب سے بدترین مخلوق ہیں۔

(الصحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب بناء المسجد علی القبر، جلد۱،ص۱۷۹،مطبوعہ کراچی)

گھر میں تصویر ہو، تو اس کے متعلق حدیث شریف ہے:"ان الملائکۃ لاتدخل بیتافیہ صورۃ" ترجمہ: جس گھر میں تصویر ہو،اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

(الصحیح البخاری، کتاب البدء الخلق، باب اذا قال احدکم امین الخ،جلد۱،ص۱۷۹،مطبوعہ کراچی)

گھروں میں تصاویر لٹکانے کے متعلق فتاویٰ عالمگیری میں ہے:"ولا یجوز ان یعلق فی موضع شیئا فیہ صورۃ ذات روح" ترجمہ: کسی بھی جگہ ایسی چیز لٹکانا، جائز نہیں ہے،جس میں جاندار کی تصویر ہو۔

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الکراھیۃ، الباب العشر ون فی الزینۃ،جلد۵،ص۴۳۹،مطبوعہ کراچی)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:"حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ذی روح کی تصویر بنانا، بنوانا، اعزازاً اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا ہے اور اس پر سخت سخت وعیدیں ارشاد کیں اوران کے دور کرنے، مٹانے کا حکم دیا، احادیث اس بارے میں حدِ تواتر پر ہیں۔"

(فتاویٰ رضویہ،جلد۲۱،ص۴۲۶،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:"دنیا میں بت پرستی کی ابتداء یونہی ہوئی کہ(لوگوں نے)صالحین کی محبت میں ان کی تصویریں بنا کر گھروں اور مسجدوں میں تبرکاً رکھیں اوران سے لذت عبادت کی تائید سمجھی،شدہ شدہ وہی معبود ہوگئیں۔

(فتاویٰ رضویہ،جلد۲۴،ص۵۷۳،رضافاؤنڈیشن،لاہور)

غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ایک بزرگ کی تصویر گھر میں رکھنے کے متعلق فرماتے ہیں:"ناواقف سمجھتے ہیں کہ حضور پُرنور، سید الاسیاد، امام الافراد، واہب المراد باذن الجواد، غوث الاقطاب والا وتاد، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی اس حرکت سے خوش ہوں گے کہ ان کے صاحبزادہ کی ایسی تعظیم کی، حالانکہ سب سے پہلے اس پر سخت ناراض ہونے والے، سخت غضب فرمانے

والے حضور اقدس ہوں گے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اللہ تعالیٰ ہدایت واستقامت بخشے۔ آمین!

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۴، صفحہ ۶۴۱، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

فتاویٰ بحر العلوم میں بزرگانِ دین کی تصاویر گھروں میں رکھنے کے متعلق سوال کے جواب میں ہے: ''کسی بھی ذی روح کی تصویر رکھنا حرام ہے۔''

(فتاویٰ بحر العلوم، جلد ۵، ص ۵۰۷، مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور)

واللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم ﷺ

......☆......☆......☆......

(۲) اولیائے کرام کو وسیلہ بنانا آیاتِ قرآن واحادیث سے ثابت ہے

اللہ تبارک تعالیٰ کے مقبول بندے ان کی ذات ان کا نام اور ان کے تبرکات مخلوق کیلئے وسیلہ ہیں اسکا ثبوت آیات قرآنی احادیث نبویہ اقوال بزرگان دین اور اجماع امت سے ثابت ہے جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے (یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

(القرآن سورۃ المائدہ آیت ۳۵)

اکثر مفسرین کرام اس آیت کریمہ میں وسیلہ سے انبیاء کرام واولیاء کرام مراد لیتے ہیں۔

اور نیک بندوں کو وسیلہ بنانا، ان کے وسیلے سے دعائیں کرنا، ان کے توسُّل سے بارگاہِ ربِّ قدیر عزوجل میں اپنی جائز حاجات کی تکمیل کے لئے اِلتجائیں کرنا نہ صرف جائز بلکہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ رہا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوجاتے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عباس بن عبدُ المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور عرض کرتے۔

''اَللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ

بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا"

اے اللہ! عزوجل، ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم پر بارش برسا تو لوگ سیراب کیے جاتے تھے۔

(بخاری، کتاب الاستسقاء، باب سؤال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا، ۱/۳۴۶، الحدیث: ۱۰۱۰)

اور ابن ماجہ کی حدیث پاک ہے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں (یشفع یوم القیامۃ ثلثۃ الانبیاء ثم العلماء و ثم الشھداء)

یعنی قیامت کے دن تین گروہ شفاعت کریں گے انبیا علما پھر شہدا اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل علما و شہدا عام مسلمان کیلئے وسیلہ نجات ہیں۔ ایسے بے شمار دلائل ہیں جو وسیلہ اولیا پر دال ہے لیکن جو منکر ہے وسیلہ کا اس کیلئے ہزار دلیل بھی ناکافی ہے۔

سب سے پہلے وسیلہ کا انکار ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم نے کیا اور آج کے زمانے میں وہابی دیوبندی جو ابن تیمیہ کو اپنا پیشوا اور گرو مانتا ہے یہ بھی وسیلے کا منکر ہے حالانکہ دور صحابیت سے وسیلہ کا ثبوت ثابت ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہم اہلسنت کو اپنے اکابرین کے نقش قدم پہ قائم ودائم رکھے اور اسی مسلک پر خاتمہ بالخیر عطا فرمائے۔ آمین

(ماخوذ رحمت خدا بوسیلہ اولیا اللہ تالیف وتصنیف حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمتہ اللہ علیہ)

واللہ تعالی اعلم بالصواب

......☆......☆......☆......

(۳) جو ماں، باپ اپنی بیٹیوں کو پینٹ اور ٹی شرٹ وغیرہ پہناتے ہیں ان کے لئے حکم شرعی

پردے کے تعلق سے ارشاد ربانی ہے:

{قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنٰتِ یَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِہِنَّ وَ یَحۡفَظۡنَ فُرُوۡجَہُنَّ وَ لَا یُبۡدِیۡنَ زِیۡنَتَہُنَّ

اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ۪-وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ }

مسلمان عورتوں کوحکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنی زینت نہ دکھائیں مگر جتنا (بدن کا حصہ) خود ہی ظاہر ہے اور وہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔

(القرآن سورۃ النور آیت ۳۱)

ملبوسات مذکورہ جینس ٹی شرٹ وغیرہ سے نہ صحیح طور سے پردہ ہوتا ہے نہ یہ زنانہ لباس ہے کیونکہ جو عورتیں مردانہ لباس اختیار کرتی ہے اس پر بھی وعید آئی ہے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت کریں اوران مردوں پر جو عورتوں سے تشبیہ کریں۔

عورت کا لباس کیسا ہو اس تعلق سے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا لڑکی جب بالغہ ہو جائے تو اس کو چہرہ اور گٹو تک ہاتھ کے سوا کوئی عضو کھولنا جائز نہیں۔

(ماخوذ جامع الاحادیث جلد چہارم ص ۱۶)

مذکورہ آیت قرآنی اور احادیث کریمہ سے پردے کی اہمیت واضح ہوتی ہے صورت مسئولہ میں ایسی ملبوسات زیب تن کرنے والی اور بے پردے کا مظاہرہ کرنی والی خود گناہگار ہے اوران کے والدین بھی اس گناہ میں برابر کے شریک ہیں کہ اولاد کی اچھی تربیت حقوق الاولاد ہے۔

اور اس طرح کے عریانہ لباس بیٹیوں کو پہنا کر پردہ کا خاتمہ اورلعنت کا طوق اپنے گلے میں ڈالنا ہے والدین کو چاہئے کہ اپنی اولاد کی اسی فرمائش کو پوری کرے جس کی شریعت اجازت دیتی ہے اور اولاد کوتعلیمات اسلامیہ سے مزین کرے اوراپنی آخرت سنواریں۔

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

ساس بہو کے خوش گوار تعلقات

محترمہ بنت مفتی عبدالمالک مصباحی

نکاح ایک ایسے حسین عمل کا نام ہے، جس کے ذریعے محض ایک اجنبی مرد و عورت کے درمیان قیام رشتہ ونزول محبت ومؤدت نہیں ہوتا بلکہ شادی کے ذریعے دو اجنبی خاندان کے درمیان محبت ومؤدت کا رشتہ قائم ہوجاتا ہے، دو اجنبی قبیلے والے ایک خاندان کے مانند ہو جاتے ہیں. اسی لیے شادی کو ہمارے ملک میں لوگ "خانہ آبادی" کے نام سے جانتے ہیں کیونکہ یہ شادی خانہ (گھر) میں چین وسکون کا بسیرا اور خوشیاں آباد کرنے کا ذریعہ بنتی تھیں۔لیکن ادھر چند سالوں سے وہ حالات ناپید ہوتے ہوئے نظر آرہے ہیں اور اب نکاح اور شادی کے ذریعے دو خاندانوں کے درمیان محبت کا قیام کیا ہوگا، ایک گھر میں بھی محبت وشفقت جو پہلے سے موجود ہوتی ہے شادی کی وجہ سے ختم ہوتی نظر آرہی ہے۔اسی لیے اب شادی "خانہ آبادی" نہیں بلکہ روز بروز "خانہ جنگی" بنتی چلی جارہی ہے۔ وہ نکاح جو دو خاندانوں کو جوڑنے کے لیے ہوا کرتا تھا آج وہی نکاح دو انسانوں کو بھی زندگی بھر کے لیے نہیں جوڑ پا رہا ہے اور کثرتِ طلاق کی وجہ سے یہ پاکیزہ رشتہ تار تار ہوتا ہوا نظر آرہا ہے.آخر ایسا کیوں؟؟؟

جب ہم اپنے ان کربناک حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو دردناک اور حساس دل رکھنے والے افراد ان بدحالیوں کے وجوہات کو ڈھونڈ نکالتے ہیں.اور معلوم ہوتا ہے کہ آج گھر گھر میں جو جنگ کی آگ لگی ہوئی، نفرتوں کے دھوؤں نے جینا حرام کر دیا ہے، طلاق کی کثرت کے باعث خوشحال گھر ماتم کدہ بن رہا ہے، ضعیفوں کو old house کے چہار دیواری میں گھٹن محسوس ہورہی ہے، جوان

بچیوں کو زندہ جلایا جارہا ہے ان سب کے پیچھے جہاں اور بھی بہت سی وجوہات ہیں وہیں ایک اہم وجہ ساس بہو کے بیچ پائی جانے والی تناؤ بھی ہے۔اسی لیے اگر ان بدحالیوں سے نجات حاصل کرنا ہے تو ہر ایک کو اپنے اپنے حقوق کا علم ہونا اور محبت وشفقت کے درس سے مزین ہونا قطعی لازم وضروری ہے تاکہ اس کے ذریعے "ساس بہو کے تعلقات خوش گوار" ہوسکیں۔

ساس بہو کے خوش گوار تعلقات کے لیے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں چند ہدایات: آج عورتیں اپنے بیٹوں کی شادی کرانے سے پہلے ہی یہ ارادہ بنالیتی ہیں کہ وہ ایک خادمہ کی طرح گھر والوں کی خدمت کرنے کے لیے بہو لا رہی ہے،خود باصحت و تندرست ہونے کے باوجود بہو کی آمد سے پہلے ہی ہاتھ پیر باندھ کر بیٹھ جاتی ہیں کہ اب سارے گھریلو کام محض بہو ہی کے لیے ہے یوں ہی اگر گھر میں بیٹی ہو تو اسے بڑھا چڑھا دیتی ہیں کہ اب یہ سب گھریلو کام کاج اور والدین کی خدمت تمہارے ذمہ نہیں اب یہ سب کام تمہاری آنے والی بھابھی ہی کریں گی، حالانکہ اسلام تو بہو اور بیوی کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ

ولا كثر من خادم واحد في قول أبي حنيفة و محمد رحمهما الله و قال أبويوسف رحمه الله تعالى تفرض نفقة خادمين (ترجمہ) اُمام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک ایک زوجہ کے لیے ایک خادم (یا خادمہ) کا مقرر کرنا ہے، اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دو خادم کا نفقہ شوہر پر لازم ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری الجزاء الأول، صفحہ ۴۲۹)

یعنی ساس کی یہ خام خیالی ہے کہ وہ اپنی بہو کو اپنی خادمہ بنا کر لا رہی ہے کیونکہ اسلام تو خود اس آنے والی دلہن کے لیے خادمہ لانے کا حکم دے رہا ہے، اسی طرح اسلام نے عورتوں (بہوؤں) کو تو یہ حق دیا ہے کہ اس سے جبراً محض گھر کا کھانا بھی بنوانے کی اجازت نہیں ہے، جیسا کہ علماے کرام فرماتے ہیں: فان قالت لا اطبخ و لا

أخبز قال فی الكاب لا تجبر على الطبخ والخبز وعلى الزوج أن يأتيها بطعام مهيا أو يأتيها بمن يكفيها عمل الطبخ والخبز (ترجمہ) پس اگر وہ (بیوی) کہے کہ میں روٹی نہیں بناؤں گی تو کاب نے اس کے بارے میں کہا کہ اسے مجبور نہیں کیا جائے گا روٹی بنانے پر اور شوہر پر (لازم) ہے کہ وہ اس کے لیے کھانا لائے یا کسی کو مقرر کرے جو اس کے کھانے کا انتظام کرے۔

(فتاویٰ عالمگیری، الجزء الأول، صفحہ ٤٢٥)

یہ حقیقت میں اسلامی تعلیمات کی چند جھلکیاں ہیں جن کی روشنی میں ہر ذی عقل کو یہ شعور مل ہی گیا ہوگا کہ اسلام نے عورتوں کے حقوق کی کیسی حفاظت کی ہے اور ظلم وتشدد سے روکنے کے لیے کس طرح راہیں ہموار کیے ہیں۔لہٰذا میری ماؤں!!

اپنے اس خیال سے باز آجائیں کہ بہو آپ کی خدمت گار ہی رہے ورنہ اس کے لیے آپ کے گھر میں کوئی جگہ نہیں ہے ایسا کرنا اور سوچنا ایک قسم کا ظلم ہے جس کے بارے میں روز قیامت آپ کو جواب دہ ہونا ہوگا کیونکہ خدمت آپ کے بیٹے پر لازم ہے نا کہ بہو پر لہٰذا آپ بہو سے محبت بھرا تعلق رکھیں تا کہ وہ اپنی ماں کی محبت کی جھلک پائے اور بیٹی کی طرح آپ کی خدمت کرے۔

نوٹ: ان عبارات کو عوام کے سامنے لانا اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ آج ہندوانہ رواج قوم مسلم میں بھی عام ہوتا جا رہا ہے یعنی بہوؤں کے ساتھ خادمہ سے بھی بڑھ کر سختی اور انہیں ظلم وتشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے لہٰذا ان تعلیمات کی روشنی میں ہر گھر کے ذمہ داران پر لازم ہے کہ اپنے گھروں کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ ہمارے گھر میں بھی کہیں ظالمہ اور مظلومہ تو موجود نہیں تا کہ ہمارا معاشرہ عین اسلام کے موافق بن جائے اور ساس بہو کے تعلقات خوش گوار بن سکے۔

اسی کا دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ آج شادی سے پہلے ہی لڑکیاں یہ ارادہ بنا لیتی ہیں کہ ہمیں بزرگ ساس اور بزرگ سسر کی قطعی خدمت نہیں کرنی ہے، ضعیفہ ساس اگر اپنی بیماریوں

اور کبرسنی کی وجہ سے جھنجھلا کر کچھ بول دے تو اس کی باتوں کا جواب ضرور دینا، ساس سے جم کے مقابلہ کرنا، شادی ہوتے ہی شوہر کو اس کی ماں (ساس) سے دور کر دینا ہے، ساس کی خدمت کرنا ہماری شان جوانی کے بالکل خلاف ہے (العیاذ باللہ) حالانکہ مذہب اسلام نے تو اپنے ماننے والوں کو یہ درس دیا ہے کہ لیس من امتی من لم یبجل کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف لعالمنا۔ (یعنی) میری امت سے نہیں جو مسلمانوں کے بڑے کی تعظیم اور ان کے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور عالم کا حق نہ پہچانے۔

(مسند احمد بن حنبل، ۵/ ۳۲۳)

یہ عامۃ الناس کے لیے درس شرع ہے کہ چاہے وہ آپ کی رشتہ دار ہو یا نا ہو اگر وہ آپ سے عمر میں بڑی ہیں تو آپ پر بحیثیت مسلمہ یہ لازم ہے کہ ان کی تعظیم و توقیر کریں لیکن افسوس کہ یہ تعلیم فراموش کرتی جا رہی ہو۔ ساس تو آپ کی والدہ کے قائم مقام ہیں، آپ کے شوہر کی ماں ہیں پھر ان کی تعظیم کس قدر حد درجہ کرنی چاہیے اور ان کی خدمت پر کتنا بڑا ثواب ہوگا اس حدیث سے بخوبی واضح ہے۔ تم کس طرح شادی سے پہلے ہی یہ سوچ لیتی ہو کہ ہونے والے شوہر کو اس کی ماں سے الگ کروا دینا ہے، اس کی خدمت کرنے سے روک دینا ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اعظم الناس حقا علی المرأۃ زوجھا۔ رواہ الحاکم وصححہ عن ام المومنین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا۔ (یعنی) عورت پر سب سے بڑھ کر حق اس کے شوہر کا ہے (اسے حاکم نے روایت کیا اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس کی تصحیح کی۔)

(مستدرک للحاکم، کتاب البر والصلۃ، ۴/ ۱۵۰)

آیات و احادیث کی روشنی میں یہ واضح ہے کہ ایک مرد پر تمام حقوق کی ادائیگی میں سب سے مقدم والدین کا حق ہے اور اس کی ادائیگی نا کرنے والا دونوں جہاں میں ناکام و ناشاد ہے جس کی وضاحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمائی ہے:

کل الذنوب یؤخر منھا ماشاء الی یوم القیمۃ الاعقوق الوالدین فان اللہ یعجلہ لصاحبہ فی الحیاۃ قبل الممات (یعنی) سب گناہوں کی سزا اللہ تعالیٰ چاہے تو قیامت کے لیے اٹھا رکھتا ہے مگر ماں باپ کی نافرمانی کہ اس کی سزا جیتے جی پہنچاتا ہے۔

(المستدرک للحاکم، کتاب البر والصلۃ، ۴/۱۵۶ و کنز العمال، حدیث ۴۵۵۴۵)

یہ دنیوی عذاب کی وضاحت ہے اسی طرح آخرت میں والدین کی نافرمانی کرنے والے کے عذاب کے متعلق عالم غیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

ثلثۃ لایدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ والدیوث والرجلۃ من النساء (یعنی) تین اشخاص جنت میں نہ جائیں گے:

(1) ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔

(3) مردانہ یا زنانہ بھیس بنانے والا۔

(سنن نسائی ا/۳۵۷)

میری بہنیں!! غور کریں، آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم اپنے شوہر سے بے پناہ محبت کرتے ہیں ان کو ذرا بھی پریشان نہیں دیکھ سکتے، ان کی تکلیف ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے اگر واقعی آپ اپنے دعویٰ میں سچی ہو تو پھر شوہر کو ان کے والدین کی نافرمانی پر ابھار کر دنیوی واخروی عذاب کے گڑھے میں کیوں دھکیلتی ہو؟؟

اگر تم اپنے شوہر سے واقعی سچی محبت کرتی ہو تو اور ان تکالیف وعذابات سے محفوظ رکھنا چاہتی ہو تو تم ان کے والدین کی خدمت اور ان کی فرمابرداری کرنے کی تلقین کرو اور تم خود اپنے ساس سسر کی خدمت کر کے اپنے اور اپنے شوہر کے نامہ اعمال میں نیکیوں کا اضافہ کرو اور اپنے شوہر کے لیے دین ودنیا کے بارے میں مددگار بنو۔ اور شوہر کے دل میں اپنی محبت کا سکہ بٹھا لو نیز ساس اور بہو کے خوش گوار تعلقات سے گھر کو محبتوں کی خوشبو سے مہکا دو۔

ساس اور سسرال کے دوسرے افراد کے دلوں میں محبت کیسے پیدا کریں:

اس تعلق سے اللہ رب العزت نے بڑا ہی پیارا نسخہ عطا فرمایا ہے کہ اگر کوئی تم سے محبت نہیں

کرتا، تمہاری قدر نہیں کرتا اور تم پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑتا ہے نفرت کی وجہ سے تو تم ان کے دل میں کیسے محبت کی بیج بو کر اسے اپنا محبوب بنا سکتی ہو؟ اللہ رب العزت نے جواباً ارشاد فرمایا:

ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ

اے سننے والے! برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست۔

(قرآن مجید، سورہ حم السجدۃ، آیت ۳۴)

یعنی جو آپ کے دشمن ہیں، آپ سے نفرت کرنے والے ہیں اگر آپ ان سے محبت کرنا چاہتی ہیں تو ان کی نفرت کا محبت سے ان دشمنوں کی دشمنی کا جواب دوستی سے دیں پھر دیکھیں اللہ رب العزت کا وعدہ ہے کہ وہ ضرور آپ کے سچے دوست اور اچھے محبوب بن جائیں گے شرط یہ ہے کہ آپ کو ان کی دشمنی اور نفرت بھرے جملوں پر صبر کرنا ہوگا اور ان بد سلوکیوں کا بدلہ بھلائی سے دینا ہوگا، اللہ رب العزت کے اسی فرمان پر اللہ کے رسول حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری زندگی عمل کیا تو مختصر سے وقت میں آپ کے سخت سے سخت تر دشمن آپ کے مخلص دوست اور آپ کے نام پر اپنا سر تک کٹانے کو تیار ہو گئے یہ سب نتیجہ تھا دشمنوں کی دشمنی کا بھلائی سے جواب دینے کا۔

لہٰذا میری بہنیں اگر آپ اپنے سسرال والوں اور ساس کے دل میں اپنی محبت ڈالنا چاہتی ہیں تو ان کی کٹی جلی باتوں پر صبر کریں ان کی طرف سے ملنے والی تکالیف کو برداشت کریں اور اپنے اخلاق حسنہ کا اظہار کریں ان کی نفرت کے باوجود آپ ان کی خدمت کریں، ان کی دشمنی کے باوجود آپ ان کے لیے محبت کی فضائیں معطر کریں پھر دیکھیں چند ہی دنوں میں سسرال والے آپ کو اپنی آنکھوں کا تارہ کیسے بناتے ہیں، بیٹی سے بڑھ کر آپ کی قدر کیسے کرتے ہیں۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہم تمامی کو حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد ادا کرنے کی نیک توفیق عطا فرمائے۔ (آمین یا رب العالمین وثم آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ایک مٹھی داڑھی دلائل کی روشنی میں

ابوبرہان محمد قیصر مصطفی قادری عطاری

گذشتہ دنوں ایک سوال موصول ہوا جس میں ایک مٹھی سے کم داڑھی پر دلائل پیش کیے گئے تھے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی پر الزام لگایا گیا تھا کہ ان سے قبل کسی نے داڑھی کا ایک مٹھی ہونا واجب قرار نہیں دیا۔ جس ترتیب سے موقف پیش کیے گئے تھے اسی ترتیب سے ان کا جواب پیش خدمت ہے۔ پہلا جواب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ: وَفِّرُوا اللِّحَى، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ"

مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھیں پست کرو۔ اس حدیث مبارکہ کو بیان کرنے میں خیانت یہ کی گئی ہے کہ سب سے اوپر صحیح بخاری کا حوالہ تو دیا گیا ہے لیکن امام بخاری نے آگے جو الفاظ بیان کیے ہیں ان کو ذکر ہی نہیں کیا گیا کہ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ، قَبَضَ عَلَى لِحْيَتِهِ پس حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حج کرتے تو اپنی داڑھی مُٹھی میں لیتے اور جو مٹھی سے زائد ہوتی اسے کاٹ دیتے تھے۔ صحیح بخاری، باب تقلیم الاظفار، رقم الحدیث ۵۸۹۲، یہی الفاظ امام بیہقی نے شعب الایمان، فصل فی الکحل، رقم الحدیث ۶۰۱۵ امام بغوی نے شرح السنۃ باب قص الشارب، ۳۱۹۴ صہیب عبدالجبار نے الجامع الصحیح السنن والمسانید، باب زینۃ ازالۃ شعر اللحیۃ و الشارب، ج ۱۳ ص ۳۱۴ میں ذکر کیے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر جلیل القدر صحابی ہیں جو مرادِ

رسول، خلیفہ دوئم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں اور 2000 کے قریب احادیث روایت کرنے والے صحابی ہیں۔صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عمل سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں ہوتا تھا اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ عمل کرتے ہوئے دیکھا تو ایسا کیا اور اس کی تائید جلیل القدر صحابی رسول اور سب سے زیادہ احادیث روایت کرنے والے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے۔کہ کان ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ یقبض علی لحیۃ ثم یاخذ مافضل عن القبضۃ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ کر مٹھی سے زائد حصہ کو کتر ڈالتے تھے۔اور صحابی رسول کے عمل سے وجوب ثابت ہوجاتا ہے۔

سیدی اعلی حضرت فتاویٰ رضویہ جلد 9 میں مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ قول الصحابی حجۃ فیجب تقلیدعندنا اذا لم ینفہ شیئ اٰخر من السنۃ [۲]۔انتھی اقول وھذا لایختص بقول الصحابی فان کل دلیل یترك لدلیل اقوی من ۱۲ منہ (م) صحابی کا قول حجت ہے تو اسکی تقلید ہمارے یہاں واجب ہے جبکہ کوئی حدیث اس کی نفی نہ کرتی ہو انتہٰی اقول یہ قول صحابی سے ہی خاص نہیں اس لیے کہ ہر دلیل اپنے سے قوی تر دلیل کے باعث متروک ہوگی۔

دوسرا جواب امام اعظم ابوحنفیہ علیہ الرحمہ سے منسوب کتاب الآثار کا جو حوالہ پیش کیا گیا ہے نہیں ملا البتہ کتاب الآثار ص 234 پر یہ روایت ضرور موجود ہے کہ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا أَنَّهُ كَانَ يَقْبِضُ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَيَأْخُذُ مِنْهَا مَا جَاوَزَ الْقَبْضَةَ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کو مشت سے نیچے تک لیتے، پس ہم اسی کو لیتے ہیں اور قبضہ تک ہی کو جائز کہتے ہیں۔اسی روایت کو امام محمد علیہ الرحمہ نے بھی کتاب الآثار میں بیان کیا ہے۔امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے دونوں شاگرد یعنی امام یوسف

اور امام محمد ہی کی بدولت فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت ہوئی وہ تو امام محمد علیہ الرحمہ کے بیان کردہ قول پر ایک مٹھی داڑھی کے وجوب کا فتویٰ دیں اور موصوف کی بیان کردہ روایت کے مطابق امام اعظم کم داڑھی والے پر بھی کوئی گرفت نہ کریں۔ تیسرا جواب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے روایت پیش کی گئی حدثنا وکیع عن أبی ھلال قال: سألت الحسن و ابن سیرین فقالا: لابأس به أن نأخذ صول لحیتکابو الھلال رضی الله عنه کہتے ہیں کہ میں نے امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام ابن سیرین رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ داڑھی کو چھوٹا رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس حدیث مبارکہ کے الفاظ اور ترجمہ دونوں ہی میں خیانت کی گئی ہے۔ حدثنا وکیع، عن أبی ھلال، قال: سألت الحسن، وابن سیرین فقالا: لا بأس به أن تأخذ من طول لحیتك پہلی بات حدیث مبارکہ میں ناخذ کا لفظ نہیں ہے بلکہ تاخذ کا لفظ ہے جبکہ لفظ صول نہیں طول ہے اور مطلب یہ ہے کہ ابو ھلال فرماتے ہیں کہ میں نے امام حسن بصری اور ابن سیرین سے سوال کیا (داڑھی سے متعلق) تو فرمایا: کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ تم اپنی داڑھی کی لمبائی کا چھانٹ لو۔ دوسری بات اسی کتاب یعنی مصنف ابن ابی شیبہ کے اسی باب یعنی ما قالوا فی الأخذ من اللحیة میں امام حسن بصری سے روایت ہے کہ کانوا یرخصون فیما زاد علی القبضة من اللحیة أن یؤخذ منها صحابہ ایک قبضہ داڑھی سے زیادہ کو رخصت دیتے تھے کہ اس کو چھانٹ لیا جائے۔ یعنی جس حدیث کو بیان کر کے گمراہ کیا گیا اس کا معنی بھی یہی ہے کہ طول یعنی لمبائی میں داڑھی جب ایک مٹھی سے زیادہ ہو جائے تو اس کو کاٹ لینے میں کوئی حرج نہیں۔ تیسری بات کہ مصنف ابن شیبہ میں بیان کردہ حدیث کا حوالہ 25480 دیا گیا ہے اور حضرت علی سے متعلق مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت کا حوالہ بھی 25480 ہی دیا گیا ہے۔ چوتھا جواب حضرت عبداللہ ابن

عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نقل کیا گیا ہے کہ من سعادۃ الرجل خفۃ لحیتہ کہ داڑھی کا چھوٹا ہونا مرد کی سعادت میں سے ہے۔اسی حدیث مبارکہ کا ترجمہ سیدی اعلیٰ حضرت نے یوں کیا ہے کہ داڑھی کا ہلکا ہونا مرد کی سعادت میں سے ہے۔علامہ خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں: المراد من ذلك عدم طولها جدا لما ورد فی ذمه۔ یقینا اس سے مراد غیر طویل ہے کیونکہ اس کی مذمت میں حدیث وارد ہوئی ہے۔ملاعلی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بے شک داڑھی کے دراز حصہ میں (یعنی اس کی درازی کے بارے میں) اہل علم نے اختلاف کیا ہے پس یہ کہا گیا ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی مشت بھر داڑھی کو پکڑ کر مشت سے زائد بالوں کو کاٹ ڈالے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما اور حضرات تابعین کے ایک گروہ نے اس طرح کیا تھا اور امام شعبی اور محمد بن سیرین نے اس کو اچھا سمجھا البتہ حضرت حسن بصری اور امام قتادہ اور ان کے ہمنوا لوگوں نے اس کو مکروہ کہا اور انھوں نے فرمایا کہ اسے بڑھتے ہوئے چھوڑ دینا زیادہ مناسب اور پسندیدہ بات ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

پانچواں جواب حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کے حوالہ سے منصنف ابن ابی شیبہ کی روایت پیش کی گئی کہ کان علی یأخذ من لحیته مما یلی وجهه حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی داڑھی کو چہرے کے قریب سے کاٹتے تھے۔پہلی بات یہ ہے کہ اس حدیث مبارکہ کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت علی اپنی داڑھی کے اس حصے سے بال اتارتے تھے جو چہرے سے ملا ہوتا تھا۔ دوسری بات کہ حدیث مبارکہ کا جو حوالہ امام حسن بصری اور ابن سیرین کی روایت سے متعلق دیا گیا تھا وہی حوالہ یعنی 25480 ہی دیا گیا ہے۔ تیسری بات امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے تاریخ خلفاء میں حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کے حلیہ مبارکہ سے متعلق لکھا ہے کہ عظیم اللحیه جدا،قد ملأت ما

بین منهبیه، یعنی آپ کی داڑھی نہایت بڑی تھی یہاں تک کہ دونوں کندھوں کے درمیانی جگہ کو بھر دیا تھا۔شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حلیہ مبارکہ سے متعلق لکھا ہے کہ ان کے سینہ کو بھر دیتی تھی امام نووی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی کی ریش مبارک گھنی دارز تھی۔ چھٹا جواب شیخ عبدالحق محدث دہلوی پر الزام لگایا گیا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ سے لے کر ابن عابدین شامی تک کسی نے ایک مشت داڑھی کو واجب نہیں کہا۔حالانکہ امام اعظم ابوحنیفہ سے لے کر محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی تک تمام فقہاء نے داڑھی کی مقدار کو ایک مشت یعنی ایک مٹھی واجب قرار دیا ہے اس کی تفصیل کے لیے سیدی اعلیٰ حضرت کی مایہ ناز تصنیف فتاوی الرضویہ جلد 22 ص 607 پر رسالہ لمعة الضحیٰ فی اعفاء اللحیٰ کا مطالعہ کیجیے۔ ساتواں جواب موصوف نے ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ کے حوالہ سے مزید تین کتابوں کا حوالہ پیش کر کے واجب کی تعریف بیان کی ہے کہ جو قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ یا ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ نص سے ثابت ہو وہ واجب ہے۔یعنی واجب اسے کہتے ہیں جو دلیل ظنی سے ثابت ہو اور دلیل ظنی سے مراد یہ ہے کہ جس کام کا نبی کریم ﷺ حکم دیں اور پھر اس کے ترک پر وعید فرمائیں اسے واجب کہتے ہیں۔ حالانکہ امام ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ نے ان الادلة السمعیه اربعه :الاول : قطعی الثبوت والدلالة كنصوص القرآن المفسرة و المحكمة والسنة المتواترة التی مفهومها قطی. الثانی : قطعی الثبوت و ظنی الدلالة كالآت المؤولة الثالث : عكسه كاخبار الاهاد التی مفهوما قطعی.الرابع : ظنيهما كاخبار الآحاد التی مفهوها ظنی.فبالاول يثبت الفرض والحرام و بالثانی والثالث

الواجب والکراهة التحریم و بالرابع السنة والمستحب

(ابن عابدین، ردالمختار، ج:1،ص:70)

بیشک ادلۃ سمعیۃ چار ہیں: پہلی دلیل: قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ جیسے قرآن کی وہ مفسر اور محکم آیات اور احادیث متواتر جن کا مفہوم قطعی ہو۔

دوسری دلیل: قطعی الثبوت اور ظنی الدلالۃ جیسے مؤول آیات۔ تیسری دلیل: اس کے برعکس ہے (یعنی ظنی الثبوت اور قطعی الدلالۃ) جیسے وہ اخبار احاد جن کا مفہوم قطعی ہے۔ چوتھی دلیل: ظنی الثبوت اور ظنی الدلالۃ ہے جیسے وہ اخبار احاد جو ظنی الدلالۃ ہیں۔ لہذا فرض اور حرام پہلی کی دلیل سے ثابت ہیں، واجب اور مکروہ تحریمی دوسری اور تیسری قسم کی دلیل سے ثابت ہوتے ہیں جبکہ چوتھی قسم کی دلیل سے سنت اور مستحب وغیرہ ثابت ہوتے ہیں۔ الوجیز فی اصول فقہ میں واجب کی تعریف بیان کی گئی ہے کہ ماطلب الشارع فعله طلبا لازما او ما یثاب فاعله و یعاقب علی ترکه جس کام کو لازمی طور پر یعنی ضرور کرنے کا شارع نے مطالبہ کیا ہو یا ایسا فعل جس کے کرنے پر اجر ملے اور اس کو نہ کرنے یعنی چھوڑ دینے پر سزا یا عذاب ہو۔ فقہ کی جتنی بھی کتب اٹھا کر دیکھ لیجیے فرض و واجب کی تعریف یہی بیان کی گئی ہے کہ جن کا مطالبہ لازمی ہوتا ہے ان کو ایک بار بھی ترک کرنا گناہ صغیرہ ہے اور ہمیشگی اختیار کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ کتب احادیث کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی مبارک گھنی تھی اور گھنی بالکل چہرے سے ملے ہوئی نہیں ہوتی بلکہ لمبائی میں زیادہ ہوتی ہے۔ اور ایک مٹھی مشت داڑھی پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی جو روایت ہے اس کی شرع میں صاحب فتح القدیر بیان فرماتے ہیں کہ انه روی عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا گیا ہے۔

اجمیر مقدس میں...... جمعیۃ علماء ہند کے دو چہرے

مولانا غلام مصطفی رضوی

علماے دیوبند نے ''تقویۃ الایمانی عقائد'' کی دعوت وتبلیغ کے لیے انتھک کوششیں کیں۔ بانیانِ فرقۂ دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی قاسم نانوتوی نے صاحبِ تقویۃ الایمان؛ مولوی اسماعیل دہلوی کے وہابی نظریات کی اشاعت میں سرفروشانہ حصہ لیا۔ جس پر ''فتاویٰ رشیدیہ''، ''ملفوظاتِ حکیم الامت''، ''تذکرۃ الرشید'' جیسی کتابیں شاہد ہیں۔ مولوی علی میاں ندوی نے اسی سلسلے کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے ''تقویۃ الایمان'' پر حاشیہ بھی لکھا اور اپنی وہابیت پر مہرِ تصدیق ثبت کی۔ انھیں کے عقائد ونظریات کی دعوت وتبلیغ میں دو جماعتیں پیش پیش رہیں: (۱) تبلیغی جماعت (۲) جمعیۃ علماء ہند

اول الذکر جماعت دیوبندیت کا اصلاح ونماز کے نام پر تعارف کرانے میں پیش پیش ہے۔ تبلیغی نصاب/ فضائل اعمال کے نفاذ کے لیے ہر ممکن کوشش کرتی ہے۔ ان کا نظام بدعتوں کا مجموعہ ہے۔ ان میں دو گروہ ہوئے: ''شورائی'' اور ''سعدیانی''۔ یہ ایک طویل موضوع ہے جس پر ان کے مناقشے کی روشنی میں بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔

دو چہرے والی جماعت:

آخر الذکر جماعت ''جمعیۃ علماء'' دیوبندی فرقہ کی تبلیغ کے لیے سیاسی، سماجی وفلاحی رُخ سے مدت سے سرگرمِ عمل ہے۔ یہی وہ جماعت ہے جو مساجدِ اہلِ سُنّت پر دیوبندی قبضہ کے

لیے جدوجہد کرتی آئی ہے۔ سُنّی مساجد کے ٹرسٹ میں تخریبی طرز پر ہم خیال افراد کو داخل کرنے میں زور لگاتی ہے۔ کاغذی ذرائع سے مساجد پر قبضہ کے لیے زمین ہموار کرتی ہے۔ کیسز لڑتی ہے۔ اہلِ سُنّت کے خلاف کورٹ کچہری کے معاملات سنبھالتی ہے۔ نئے علاقوں میں قائم ہونے والی مساجد اہلِ سُنّت کی راہ میں کانٹے بچھاتی ہے۔

جمعیۃ علماء کا دوسرا چہرہ یہ ہے کہ عوام میں اتحاد کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔ باہمی میل جول کی باتیں کی جاتی ہیں۔ سماجی خدمات کے نام پر سُنّی بستیوں میں قدم جمانے کی تگ و دو کی جاتی ہے۔ سُنّی صاحبانِ جاہ و مال سے تعلقات استوار کیے جاتے ہیں۔ فلاحی و سماجی خدمات کی آڑ میں بھولے بھالے مسلمانوں سے خوب چندہ بٹورہ جاتا ہے۔ فرقہ پرستوں کی طرف سے مقدمات میں پھنسائے گئے وہابی نوجوانوں کی رہائی کے لیے کیسز لڑنے کے لیے مال و منال جمع کیے جاتے ہیں۔ اس طرح خود کو نیوٹرل، غیر جانب دار بتایا جاتا ہے۔ بلکہ مساجد کے محافظ ہونے کا دعویٰ بھی کیا جاتا ہے۔ قحط زدہ، سیلاب زدہ علاقوں کی اُجڑی مساجد کی تعمیرِ نو کی آڑ میں سُنّی مساجد میں وہابی امام متعین کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اولیاء اللہ کے ناموں سے گریز کیا جاتا ہے۔ (فی الحال اس رُخ سے ابھی حالات تبدیل ہوئے ہیں، اور سُنّی علاقوں میں اولیاے کرام کے نام استعمال کیے جا رہے ہیں۔) اپنے مولویوں کے نام سے علاقے، کالونی، ادارے، زون بناتے ہیں۔

اس وقت چوں کہ ساری دُنیا میں وہابی دہشت گردی سے بیزاری پائی جارہی ہے۔ یہ بات دُنیا جان گئی ہے کہ صوفیاے کرام/ اولیائے اسلام کے دامن سے وابستہ طبقہ اہلِ سُنّت و جماعت نے ہمیشہ امن واخوت کا پیغام دیا۔ اصل اسلام پر عمل کا درس دیا۔ اسی لیے ایک نومسلم برطانوی پروفیسر ڈاکٹر محمد ہارون نے کہا تھا کہ: ”Sunni Islam is a true

Islam:'' سُنّی اسلام ہی سچا اسلام ہے......

جن طبقوں نے تشدد کی آبیاری کی۔ دُنیا میں نفرتوں کو بڑھاوا دیا۔ مسلمانوں سے قتال کیا۔ جہاد کی غلط تعبیر کی اور وہابیت کی اشاعت کے لیے متشدد فکر کو پروان چڑھایا؛ ان کے ذریعے اسلام سے متعلق غلط فہمیوں کو بڑھاوا ملا۔ اس ضمن میں راقم نے اپنے ایک مقالے میں لکھا تھا:

''جہاد اسلام کا ایک مقدس فریضہ ہے۔ آج افسوس کا مقام ہے کہ وہابیت اپنے مسلک کی اشاعت کے لیے جہاد کی آڑ لے رہی ہے۔ یہ اسلام کو بدنام کرنے اور یہود و انگریز کے عزائم کو کام یاب بنانے کے لیے ''تشدد'' کو ''جہاد'' اور ''وہابیت'' کو ''اسلام'' کا نام دے رہے ہیں۔ تاریخی تناظر میں امین الحسنات شاہ لکھتے ہیں: ''ایک انتہائی قابلِ غور نقطہ یہ ہے کہ انگریزوں سے ساز باز کر کے وادیِ حجازِ مقدس سے ترکوں کی حکومت کے خاتمے اور مخصوص فکر (وہابیت) کی حامل حکومت کے قیام میں جس ''جہاد'' نے بنیادی کردار ادا کیا اسی جہادی پالیسی کو بالاکوٹ کے مضافات میں آزمایا گیا، اور آج وہی ''جہاد'' مالاکنڈ ڈویژن......میں جاری ہے۔''

(ضیاے حرم لاہور جون ۲۰۰۹ء، ص ۸)

وہابیت کی نظریاتی پر چارک شدت پسند تنظیمیں طالبان، لشکرِ طیبہ، جیش محمد، سپاہ صحابہ، حرکت الانصار، حزب المجاہدین وغیرہ کے طریقۂ کار پر روشنی ڈالتے ہوئے امین الحسنات شاہ لکھتے ہیں: ''نوجوانوں کو مختلف حیلوں سے تربیتی کیمپوں میں لایا جاتا، اور سب سے پہلے انھیں ''وہابی نظریات'' ازبر کرانے کی کوشش کی جاتی ہے، جو نوجوان ان کے عقائد و نظریات قبول کر لیتا وہ کمانڈو بن جاتا اور جو پس و پیش کرتا اسے خود گولی مار کر اس کے سر پر شہادت کا تاج سجایا جاتا اور اس کی لاش کو مزید مادی وسائل اور چندہ سمیٹنے کے لیے استعمال کیا جاتا۔''

(حوالہ سابق ص ۹)

اس طرح گویا لاشوں پر تجارت کی جاتی۔''

تنویر قیصر شاہد نے روزنامہ ایکسپریس کراچی کے شمارہ ۱۹؍ جولائی ۲۰۱۰ء میں جیش محمد ایسی تنظیموں کو مولانا محمود مدنی (جمعیۃ علماء) کا ہم مسلک لکھا تھا۔

(دہشت گردی کے پیچھے چھپا فتنہ، ص ۵۵)

اجمیر مقدس میں حاضری۔ اسلامی عمل یا شرک؟ اجمیر مقدس جمعیۃ علماء کی حاضری کے پس منظر میں پہلے وہابی فکر کا تجزیہ کرتے ہیں.... تقویۃ الایمان (از اسماعیل دہلوی، طبع مکتبہ خلیل غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور، حاشیہ از ابوالحسن علی ندوی) کے ص ۲۵؍ پر اسماعیل دہلوی نے جن ناموں پر اعتراض کیا ہے ان میں ایک اہم نام ''غلام معین الدین'' بھی ہے۔ جس پر علی میاں ندوی نے حاشیہ میں توضیح کی: ''معین سے مراد خواجہ معین الدین چشتی اجمیری ہیں......'' (ایضاً، حاشیہ: ص ۲۶)

آگے اس طرح کے ناموں کی نسبت لکھتے ہیں: ''اوپر جن ناموں کا ذکر ہوا سب ازروئے شرع غلط ہیں، جن سے بزرگوں میں قدرت وتصرف کی بو آتی ہے۔'' (ایضاً)

جمعیۃ علماء کے مولوی صاحبان کے اجمیر مقدس چادر چڑھانے کے عمل کو انھیں کے بزرگ علی میاں ندوی کی فکر کی رو سے دیکھتے ہیں؛ علی میاں ندوی کسی بزرگ کی بارگاہ میں چادر چڑھانے سے متعلق ''بدعت'' کا حکم اور اس کے عامل کو ''اہل غلو'' ان لفظوں میں قرار دیتے ہیں: ''مردوں اور قبروں کی تعظیم کے سلسلہ میں اہل غلو بزرگوں کی قبروں اور مزارات پر کپڑے اور چادر چڑھانے کے عادی ہو گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتے ہیں جو زندہ بزرگوں اور مشائخ کے ساتھ کیا جاتا ہے، یہ بدعت ہے۔''

(ایضاً، ص ۳۴)

بہر کیف! اس زمانے میں جہان بھر میں وہابیت کا شدت پسندانہ چہرہ بے نقاب ہو چکا ہے۔ اس لیے وہابیت اپنے تحفظات کے تئیں سنجیدہ ہے۔ اسی کے لیے اجمیر مقدس بھاگ دوڑ کی جا رہی ہے۔ جب کہ ان کی یہ

دوڑ دھوپ انھیں کے عقیدے کی رو سے بدعت وشرک سے کم نہیں۔ ساری زندگی حضور خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضری پر تنقید کرنے والے آج اجمیر شریف جا رہے ہیں۔ اجمیر شریف حاضری کے خلاف تبلیغی جماعت میں نوجوانوں کی ذہن سازی کرنے والے اجمیر شریف جا رہے ہیں۔ اجمیر مقدس کو صرف ''اجمیر'' کہنے کی کوشش کرنے والے اجمیر شریف جا رہے ہیں۔ اجمیر شریف کی شرافت کے منکر اجمیر شریف جا رہے ہیں۔ یہ محنت، یہ تگ و دَو، یہ جد و جہد کیوں کی جا رہی ہے؟ فلاحی کیمپ کیوں لگائے جا رہے ہیں؟ اخبارات میں دیوبندی فرقے کی نمائندہ تنظیم جمعیۃ علماء کیوں اجمیر شریف کے نام سے اپنی رپورٹس چھپوا رہی ہے؟ مقصد یہ ہے کہ اب صوفیاے کرام کے دامن میں پناہ لے کر دُنیا بھر میں ''وہابی دہشت گردی'' کے ٹائٹل کو دور کیا جائے۔ پوری دیوبندی لابی کو سُنّی باور کروایا جائے۔ اور یہ ذہن دیا جائے کہ تشدد کی وارداتیں کوئی اور انجام دیتا ہے! ہم تو امن پسند لوگ ہیں۔ حالاں کہ ان کی یہ تمام کوششیں ناکام رہیں گی۔ اس لیے کہ مدتوں سے جس بیج کو ان کے عقائد کے حاملین نے بویا ہے؛ اب اُس کے نتیجے میں کیکر، ببول، تھوہڑ، دَھتورے ہی اُگ رہے ہیں۔ انھیں کی کاشت ہو رہی ہے۔ صوفیاے کرام کی بارگاہوں میں مفاد کی یہ حاضری پوشیدہ نہیں رہی! اسی لیے اخبارات میں چیخ و پُکار کی جا رہی ہے کہ؛ ہم نے فلاں سال بھی حاضری دی، بعض علماے دیوبند کی حاضری کے ریکارڈ بھی تلاش کیے جا رہے ہیں! کڑیاں ملائی جا رہی ہیں۔ آج لے اُن کی پناہ: فلاحی کام ضرور کرنا چاہیے۔ اہلِ سُنّت ساری دُنیا میں پیغامِ خواجہٗ اجمیر کی ترسیل کے لیے سماجی و فلاحی کام انجام دیتے چلے آئے ہیں۔ اور دیتے رہیں گے۔ امسال

حالیہ عرسِ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ پر جمعیۃ علماء نے اخباری بیان میں جو خواجہ صاحب کے مسلکِ خدمت خلق پر عمل کا دعویٰ کیا ہے، اس پر دو قدم آگے بڑھ کر ہم جمعیۃ علماء ہند سے گزارش کریں گے کہ وہ مسلکِ خواجہ غریب نواز اور مسلکِ اولیاے کرام پر بھی عمل کے لیے پیش قدمی کرے! لگے ہاتھوں ان جراثیم کے خاتمے کی بھی جدوجہد کرے؛ جو مسلکِ خواجہ غریب نواز سے انحراف کی بنا پر ان کے اکابر نے اپنی کتابوں میں تحریر کیے۔ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمتوں کے نقوش دلوں میں بٹھائے؛ اب جمعیۃ علماء بھی مسلکِ خواجہ کو اپنا کر ان سے سچی عقیدت کا اظہار کرے۔ ورنہ جن کے آگے پتھر ہے وہ تو صدیوں سے اجمیر جا رہے ہیں، خواجہ سے بغیر عقیدے کی عقیدت وہ بھی رکھتے ہیں؛ خواجہ کے نام پر وہ بھی سماجی خدمت کا اظہار کرتے ہیں، بلکہ ان کی سماجی خدمات کے آگے جمعیۃ کے چند سالوں کی کوئی حیثیت نہیں! لیکن نرے مشرک ہی ہیں، تو جو گستاخِ رسالت کے مجرم ہیں، وہ اگر سماجی خدمات کے نام پر خواجہ کی نگری پہنچنے لگیں؛ تو ان کا داغِ توہینِ رسالت نہیں دُھلنے والا،...... ان سے عرض ہے کہ اب بھی وقت ہے، تعلیماتِ خواجہ غریب نواز کو قبول کرلیں، ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بے ادبی/ گستاخی/ توہین سے توبہ کرلیں، ''حسام الحرمین'' میں علماے حرمین نے جمعیۃ علماء کے اکابر کی جن توہین آمیز و کفریہ عبارتوں پر فتویٰ کفر صادر فرمایا؛ ان عبارتوں سے براءت ظاہر کریں...... تاکہ دامنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہو اور دل کی دُنیا میں احترام/ تعظیم/ ادب کی چاندنی پھیل جائے:

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

قابلِ مُطالعہ کِتابیں